حسبہ بل اور عوامی خدشات

تحقیق و تدوین: قمر نسیم

Blue Veins®
(Women Welfare & Relief Services)
(N.W.F.P) PAKISTAN.
blueveins@brain.net.pk

حسبہ بل
اور
عوامی خدشات

تحقیق و تدوین: قمر نسیم

حسبہ بل اور عوامی خدشات

اشاعت کنندہ: بلیو وینز

ایڈریس: پی، او، بکس 156 جی، پی، او پشاور کینٹ
(این ڈبلیو ایف پی) پاکستان

تاریخ اشاعت: مارچ 2005

تعداد: 2000

حسبہ بل پر بحث ابھی جاری ہے۔لیکن عوام کے ایک بڑے حصے کو اب تک یہ علم نہیں کہ یہ ہے کیا؟ متحدہ مجلس عمل ہمارے صوبے کی حزب اقتدار اسے امرت دھارا یعنی ہر مرض کی دوا قرار دینے پر مصر ہے جبکہ حزب اختلاف ،این ۔جی اوز ،اور دیگر معتدل حلقے اسے طالبانائزیشن کی جانب قدم تصوّر کررہے ہیں۔سینئر صوبائی وزیر سراج الحق صاحب کے مطابق مخالفین نے اسے پڑھا ہی نہیں۔مولانا فضل الرحمن صاحب کے مطابق مخالفت کرنے والے دہشت گرد ہیں جبکہ معتدل حلقوں کی نمائندگی کے طور پر سابق صوبائی وزیر حاجی عدیل صاحب کے مطابق دہشت گردی کا اصل منبع تو حسبہ بل ہے۔

صوبائی حکومت نے اس بل پر دو سیمینار کرائے اور دونوں ہی سیاست کی نذر ہو گئے ،کسی سنجیدہ مخالف کو بات کرنے کی دعوت ہی نہیں دی گئی۔ ایک سیمینار میں ایک غیر معروف خاتون کو بطورِ مخالف بلایا گیا تاکہ لوگوں کو دکھایا جاسکے کہ ایسے ہوتے ہیں حسبہ بل کے مخالفین،دوسرے سیمینار میں اعلان کیا گیا کہ حسبہ بل کے ناقدین کو بھی مدعو کیا گیا تھا لیکن انھوں نے اس لیے معذرت کرلی کہ ان کے پاس کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔بہرحال اس کتابچے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عام شہری کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ حسبہ بل ہے کیا؟ اس طرح ہر فرد کو اپنا نقطہ نظر بنانے میں آسانی رہے گی اور وہ یہ جان جائے گا کہ حسبہ بل سے اس کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہونگے اور یہ کہ صوبائی حکومت چاہتی کیا ہے؟

اس بل کے مطابق ایک صوبائی محتسب کا تقرر کیا جائے گا جو عالم دین اور وفاقی شرعی عدالت کا جج بننے کا اہل ہوگا۔اس کے تحت ایک صوبائی مشاورتی کونسل ہوگی جس میں دو علمائے دین،دو وکلاء ایک صحافی اور گریڈ بیس کے دو افسر ہونگے اس طرح ہر ضلع میں ایک ضلعی محتسب ہوگا اور اس کی بھی ضلعی مشاورتی کونسل ہوں گی جس میں ایک عالمِ دین ایک وکیل ،ایک صحافی ،ایک معزز شہری اور ایک سرکاری فرد ہوگا اس کے بعد ہر تحصیل میں ایک تحصیل محتسب ہوگا اور وہ بھی اپنے لیے ایک

تحصیل مشاورتی کونسل بنا سکتا ہے۔اس کے بعد ہر پولیس سٹیشن کی سطح پر ایک مصالحتی کمیٹی ہوگی جس میں دو علمائے دین ایک وکیل ،صوبائی اسمبلی کا ایک نمائندہ ایک مقامی معزز شہری اور ایس ایچ او، شامل ہونگے ان تمام لوگوں کو کوئی باڈی منتخب نہیں کرے گی بلکہ یہ تمام نامزد لوگ ہوں گے۔ان کی خدمات کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوگا بلکہ یہ اپنے نامزد کرنے والے فرد کی خوشنودی تک اپنا کام کرسکیں گے۔ مثلاً ہر محتسب اپنی مشاورتی کونسل میں کسی بھی وقت ردوبدل کرسکتا ہے، ذیلی محتسب کو اوپر والا محتسب فارغ کرسکتا ہے البتہ صوبائی محتسب کے لیے اتنی گنجائش ضرور رکھی گئی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے اخراج کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کرسکتا ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ درجِ بالا افراد کو ہر مقام پر دفتر اور سٹاف کی ضرورت بھی ہوگی نیز ان سب محتسبین وغیرہ کو بھی اپنے اپنے درجے کے مطابق تنخواہیں دی جائیں گی مثلاً صوبائی محتسب کی تنخواہ اور دیگر مراعات وفاقی شرعی عدالت کے جج کے برابر ہوں گی، گویا اسے لگ بھگ پچاس ہزار روپے تنخواہ، اعلیٰ ترین رہائش، گاڑیاں ڈرائیور، گھر کے لیے ملازمین وغیرہ اور ایسی بیسیوں دیگر مراعات ملیں گی۔ چونکہ ان تمام معاملات کی تفتیش اور اپنے احکامات کی تعمیل کے لیے پولیس کی بھی ضرورت پڑے گی اس لیے انہیں پولیس سے باقاعدہ مستقل نفری فراہم کی جائے گی۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں پہلے ہی نفری کی کمی ہے اس لیے یہ بات واضح ہے کہ ہر پولیس سٹیشن کی سطح پر دس مزید افراد کو بھرتی کرنا پڑے گا پھر ان تمام افراد کو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے گاڑیاں بھی مہیا کرنی پڑیں گی جن کے ڈرائیور، پیٹرول اور مرمت کا خرچہ الگ سے کرنا پڑے گا یہ محکمہ ہمارے صوبے کو کتنے میں پڑے گا اس کا بہتر تعین تو ایک چارٹرڈ اکاونٹنٹ ہی کرسکتا ہے لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق اس پر سالانہ ایک ارب روپے خرچ ہوں گے۔

محتسب کا ایک کام صوبائی محکموں کی بدانتظامی اور رشوت ستانی کی روک تھام ہے۔ جہاں تک اس شِق کا تعلق ہے اس ضمن میں اصل صورتحال یہ ہے کہ ہر زمانے میں بدانتظامی اور رشوت ستانی کے

مختلف مظاہرے اور طریقے ہوتے ہیں۔ آج کل اُس رشوت کا زمانہ ہے جس میں راشی اور مرتشی دونوں کا فائدہ ہو اور حکومت کا نقصان ہو مثلاً تاجر اور انکم ٹیکس آفیسر اس لیے ملی بھگت کرتے ہیں کہ سرکاری خزانے میں پورا ٹیکس نہ جمع کرایا جائے اس کا کچھ حصہ افسر کو مل جائے اور باقی تاجر ہڑپ کر جائے ظاہر ہے اس طرح کی رشوت میں شکایت کرنے کے لئے کوئی سامنے نہیں آئے گا۔ اس طرح کی رشوت ستانی کی روک تھام کے لیے پہلے ہی ادارے موجود ہیں لیکن اسے اداروں کے ذریعے نہیں بلکہ حالات کی مناسب تبدیلی، قوانین کی سختی اور کچھ قوانین کی نرمی بلکہ تنسیخ کے ذریعے ہی نمٹایا جاسکتا ہے۔

صوبائی حکومت کے زیر اختیار آنے والے محکموں میں سے عوامی اعتبار سے چار محکمے اہم ہیں یعنی پولیس، عدلیہ، صحت اور تعلیم۔ پولیس کے خلاف محکمہ احتساب کاروائی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اس لیے کہ ہر پولیس سٹیشن کی سطح پر بذاتِ خود پولیس کا ایس ایچ او کمیٹی کا ممبر ہوگا، عدلیہ کے کام میں محتسب مداخلت نہیں کرسکتا، جہاں تک دیگر محکموں کا تعلق ہے ان کے کام وزیروں اور ارکان اسمبلی کی سفارشوں اور مداخلتوں سے خراب پڑے ہیں۔ وزیرِ اعلیٰ کی حکومت کا دارومدار ان کی خوشنودی پر ہوتا ہے اور محتسب کو بھی وزیر اعلیٰ ہی مقرر کرے گا۔ چنانچہ موجودہ حالات میں یہ نظام صرف اسی صورت میں بدانتظامی اور رشوت ستانی کے خلاف کوئی کام دکھا سکے گا جب وزیر اعلیٰ اور صوبائی و ضلعی محتسب فرشتے ہوں یا پھر فرشتوں جیسے ہوں اس کے علاوہ دفعہ 9 میں مزید جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ محض خوشخطی ہے جس کا ذمینی حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ دفعہ 23 میں محتسب کے مزید اختیارات گنوائے گئے ہیں اس کے تحت پہلی بات یہ کی گئی ہے کہ محتسب پبلک مقامات پر اسلامی اخلاقیات کے منافی سرگرمیوں کو روکے گا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پبلک مقامات پر اسلامی اخلاقیات ہے کیا؟ جب تک صوبائی اسمبلی اس بارے میں واضح قانون سازی نہ کردے تب تک اس شِق کو ہر طرف موڑا جاسکتا ہے مثلاً کھلاڑیوں کے نیکر پہننے پر پابندی

لگائی جاسکتی ہے ۔ یہ بات کوئی مذاق نہیں بلکہ عملاً اس کا مظاہرہ کیا جاچکا ہے۔ طالبان دور میں افغانستان میں نیکر پہننے کے الزام میں پاکستانی کھلاڑیوں کو نہ صرف مارا پیٹا گیا بلکہ ان کے سر منڈوا دیے گئے ۔ ہر بس سٹینڈ پر اکیلی خاتون کا احتساب کیا جاسکتا ہے کہ تمہارا محرم کدھر ہے؟ ہر پبلک مقام پر ان خواتین کو سزا دی جاسکتی ہے جن کی ایک آنکھ سے زیادہ کوئی حصہ ڈھکا ہوا نہ ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں اسلام افراد کے تابع ہو جائے گا۔ اگر کسی جگہ مرنجان مرنج انسان محتسب ہو تو کہا نہیں جاسکتا لیکن جہاں سخت گیر محتسب ہو وہاں کیا ہوگا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ اس قانون کو عورتوں اور اقلیتوں کے خلاف امتیازی قانون کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ محتسبین کو دوسرا اختیار یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کی خاندانی تقریبات، شادیوں اور ایسے دیگر تمام موقعوں پر اسراف کو روک سکیں گے ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے موقعوں پر اسراف کس کو کہتے ہیں کیا زیادہ پکوان پیش کرنا اسراف ہے ؟ کیا زیادہ افراد کو بلانا اسراف ہے ایک غریب آدمی کے لیے اسراف کی کیا تعریف ہوگی اور امیر آدمی کے لیے اسراف کس کو کہا جائے گا؟ کیا غم کے موقع پر اہل جنازہ کو کھانا کھلانا اسراف تصور کیا جائے گا یا نہیں؟

صاف ظاہر ہے جب تک اس بارے میں صوبائی حکومت واضح قانون سازی نہ کرے ہر محتسب اپنی مرضی اور اپنا اختیار چلائے گا اور یا پھر صوبائی محتسب کے پاس قوانین کا ایک ناقابل تصوّر اختیار آجائے گا۔ عین ممکن ہے کہ اس شق کا انتہائی غلط استعمال کیا جائے ۔ اس طرح ہر محتسب کسی سیاسی یا ذاتی مخالف کے گھر عین اُس وقت پر چھاپا مار سکے گا جب اس کے یہاں کوئی تقریب منعقد ہو رہی ہوگی اس طرح پورے پروگرام کو تہہ وبالا کیا جاسکے گا۔

محتسبین کو اگلا اختیار یہ ہوگا کہ وہ جہیز میں اسلامی حدود کی پابندی کرائیں گے ۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہیز میں اسلامی حدود کیا ہیں ۔ آج کل کے حالات میں اس کو کیسے مقرر کیا جائے۔

اس کے بارے میں تو صوبائی اسمبلی کو قانون سازی کرنی ہوگی یا جہیز سے متعلق پہلے سے جو قانون چلا آرہا ہے اس کی پابندی کرانی ہوگی ویسے جہیز کے لین دین کا جو طریقہ بن گیا ہے اس پر کسی قانون کو لاگو کرنا ناممکن ہوگیا ہے۔اس لیے کہ جہیز کی نمائش کُھلے بندوں نہیں کی جاتی۔علم تو سب لوگوں کو ہوتا ہے لیکن جہیز کا سامان پہلے ہی پہنچایا جا چکا ہوتا ہے درحقیقت درجہ بالا دونوں امور کے ضمن میں اصل اہمیت قانون کو حاصل نہیں ہے جبکہ اونچے طبقات کے عمل سے یہ چیز پورے معاشرے میں سرایت کر جاتی ہے۔اگر کسی وزیراعلیٰ اور اس کے وزیروں کے ہاں خود ضیافتیں ہوتی ہوں وہ آئے دن شادیوں کی تقریبات اور فائیو سٹار ہوٹلوں میں جلوہ افروز ہوں تو پھر یہ معاملہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ اسی کو خود ماڈل اور نمونہ بننا کہتے ہیں جب تک یہ نہیں ہوگا کچھ نہیں ہوسکتا۔محتسبین کے اختیارات کی چوتھی شِق یہ ہے کہ وہ گداگری کی حوصلہ شکنی کریں گے یہ بات مثبت ہے لیکن اس مقصد کے لیے محتسب کے ادارے کی ضرورت نہیں،صوبائی حکومت نے دارلکفالہ کے نام سے گداگری کے روک تھام کا آغاز کر دیا ہے محکمہ سماجی بہبود اس کی دیکھ بھال کرسکتا ہے اگلی شِق یہ ہے کہ محتسبین افطار اور تراویح کی پابندی کروائیں گے نہ جانے اس شِق کا کیا مطلب ہے کیونکہ پورے ملک میں افطار کے وقت گانے بجانے کا کوئی تصور موجود ہی نہیں اور نہ ہی کوئی اس کی ہمت کرسکتا ہے۔جہاں تک تراویح کا تعلق ہے مختلف مسالک میں اس پر کافی اختلاف موجود ہے کچھ کے نزدیک یہ سنت موکدہ کچھ کے نزدیک غیر موکدہ اور کچھ کے نزدیک مستحب اور کچھ کے نزدیک یہ تہجد کی نماز ہے۔بہرحال پورے پاکستان بالخصوص ہمارے صوبے میں تراویح کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس معاملے میں کسی قانون سازی یا محتسب کے اختیارات کی ضرورت نہیں رمضان میں بعض نوجوان رات کے وقت کھیلوں کا اہتمام کرتے ہیں یہاں اس بات کا خدشہ موجودہ ہے کہ تراویح کے اہتمام کے بہانے نوجوانوں کی اس صحت مند سرگرمی پر قدغن لگادی جائے گی۔دوسرا یہ کہ رمضان کے نصف آخیر میں دوکانیں رات گئے

تک کھلی رہتی ہیں ہمارے ہاں تفریح کے مواقع ویسے بھی بہت کم ہیں یہاں یہ خدشہ موجود ہے کہ تراویح کے احترام کا سہارا لیکر ان دوکانوں کو بند کیا جا سکے گا یا کم از کم ڈرایا دھمکایا جا سکے گا۔

اگلی شِق یہ ہے کہ محتسب نمازِ عیدین اور نمازِ جمعہ کے وقت کھیل تماشے اور تجارتی لین دین کو روکیں گے نہ جانے ان اوقات میں کھیل تماشہ کہاں ہوا کرتا ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس وقت بس اڈوں وغیرہ جیسی جگہوں پر مسافروں کی سہولت کے لئے ہوٹل کھلے رکھنا مجبوری ہے اسطرح بعض میڈیکل سٹورز کا کھلا رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ مسافروں اور مریضوں پر جمعہ کی نماز لازم نہیں۔

ساتویں شِق یہ ہے کہ محتسبین جمعہ اور عیدین کی نمازوں کی ادائیگی اور انتظام میں غفلت کا سدّ باب کریں گے، معلوم نہیں ایسی غفلت کہاں جاتی ہے اور اس کا سدّ باب کرنے کے لیے صوبائی حکومت کے ذہن میں کیا ہے؟

ہمارے مذہب میں نمازِ عیدین کے اجتماع میں عورتوں کی شرکت کی خصوصی تاکید کی گئی تھی لیکن آج عملاً اس اجتماع میں خواتین کی شرکت پر پابندی لگادی گئی ہے لیکن بہر حال یہ محتسب کا کام نہیں ہے یہ صوبائی حکومت کا کام ہے کہ ہر عیدگاہ میں اس کا اہتمام کرے۔اس ضمن میں صوبائی حکومت کو دوسرا کام یہ کرنا چاہیے کہ سڑکوں پر واقع تمام مساجد میں خواتین کے لیے رفع حاجت، وضو اور نماز کی جگہ کا خصوصی اہتمام کرے لیکن شاید ہم لوگوں کے خیال میں مسافر خواتین کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ محتسبین کے اختیارات کی آٹھویں شِق یہ ہے کہ وہ کم عمر بچوں کو ملازم رکھنے کی حوصلہ شکنی کریں گے۔عرض یہ ہے کہ یہ پہلے ہی تعزیرات پاکستان کے تحت جُرم ہے اور لیبر ڈیپارٹمنٹ کے پاس اس کی روک تھام کے اختیارات موجود ہیں۔اگر اس کی روک تھام صحیح طریقے سے نہیں ہورہی تو اس کی اصل وجہ غربت ہے جس کی وجہ سے بچوں کو بھی کام پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔اس کا اصل علاج ایسے بچوں کے لیے شام کے سکولوں کا اجراء ہے نہ کہ ان معصوموں کو پکڑ دھکڑ کر بند کرنا ویسے بھی اس مسلہ کے سدّ باب کے لیے بلدیاتی ادارے زیادہ موزوں

ہیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ یہ اختیار محتسب کو دیا جائے۔

اگلا نکتہ یہ ہے کہ محتسبین جانوروں پر ظلم کو روکیں گے۔ معلوم نہیں کہ اس نکتے سے بل کے مصنفین کی کیا مراد ہے اور نہ جانے ہمارے صوبے میں جانوروں پر کون سا اور کہاں ظلم کیا جاتا ہے؟ مرغ لڑانا ایک غلط کام تصور کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی یہ سب کچھ پہلے ہی تعزیرات پاکستان کے تحت ممنوع ہے اور بالخصوص ایسا مسلہ اگر کہیں کسی طور موجود بھی ہے تو اسے بلدیاتی اداروں کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔

گیارہواں نکتہ یہ ہے کہ محتسب حضرات مساجد کی دیکھ بھال میں غفلت کا سد باب کریں گے۔ معلوم نہیں مساجد کے انتظام میں کس کس سے کہاں کہاں غفلت ہو رہی ہے۔ اول تو ایسا کوئی مسلہ سرے سے درپیش ہے ہی نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض جگہ آبادی بڑھنے سے جمعہ وعیدین میں مساجد میں رش بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن اس بات کا اس نکتے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بارہواں نکتہ یہ ہے کہ اذآن اور فرض نمازوں کے وقت اسلامی شعائر کی پابندی بھی محتسب صاحبان کروائیں گے۔ اگر اس سے کسی بھی طور مراد یہ ہے کہ فرض نمازوں کے وقت دکانیں اور کاروبار بند کر دیا جائے تو یہ بات خود اسلامی تعلیمات کی رُو سے جائز نہیں۔ فرض نماز مسجد میں پڑھنا لازم نہیں۔ ایک دُکاندار، ملازم یا گاہک دکان کے اندر بھی نماز پڑھ سکتا ہے لیکن یہاں اس امر کا شدید خدشہ موجود ہے کہ لوگوں کو اس طرح کے اُمور پر مجبور کر دیا جائے گا۔ یہی کچھ طالبان نے کیا تھا اسی بناء پر معتدل حلقوں میں شکوک پائے جاتے ہیں کہ یہ قانون طالبانائزیشن کی طرف ایک قدم ہے۔

تیرہواں نکتہ یہ ہے کہ محتسبین مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا غلط استعمال روکیں گے اور مساجد میں فرقہ ورانہ تقاریر بھی روکیں گے اس کے متعلق پہلے ہی قانون موجود ہے ضرورت صرف اس پر عمل درآمد کرانے کی ہے۔ پولیس تو خود علماء کے ڈر سے اس پر عمل درآمد نہیں کرواتی۔ یہاں اس

حقیقت سے بھی مُنہ نہیں موڑا جاسکتا کہ سیاسی تقریر بھی دراصل فرقہ وارانہ ہی ہوتی ہے۔
پچھلے پانچ برس کے دوران ہمارے صوبے کے سترفی صد علماء کے ہر خطبہ وجمعہ کا موضوع طالبان کی حمایت، جہادی پالیسیوں کے تسلسل، جنرل پرویز مشرف اوران کی روشن خیالی کی مخالفت اور امریکہ اوراس کے اتحادیوں پرلعنت ہوا کرتا تھا اگر ہر تقریر میں پچاس فیصد باتیں صحیح تو پچاس فیصد غلط اور مبالغہ آمیز بھی ہوتی ہیں۔آج بھی صوبائی حکومت کے اکابرین جمعہ کی تقریر کے لیے کھڑے ہوتے ہیں توان کی ٹیپ کا بند یہی ہوتا ہے کہ ''سارا عالم کفرایم ایم اے کے خلاف متحد ہوگیا ہے اور یہ سب ہمارے خلاف سازشیں کررہے ہیں۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ خطبہِ جمعہ کا مخالفانہ سیاسی استعمال روک دیا جائے اب صوبائی حکومت خود ہی بتائے کہ اب یہ کام کون سا محتسب کرے گا۔وہ سب تو خود ہی اس کا ایک جزو ہیں۔
اگلہ نکتہ یہ ہے کہ محتسب حضرات غیراسلامی معاشرتی آداب کوروکیں گے نہ جانے یہاں کون سے آداب کی بات ہورہی ہے۔اس نکتے کی تشریح جب تک نہیں کی جائے گی یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ اسے حقوقِ نسواں کے خلاف استعمال کیا جائے گا اگراس سے مرادایسی عادات ہیں جسے ہمارے دیہاتی علاقوں میں مرد رفعِ حاجت کے وقت اختیار کرتے ہیں توان کوروکنے کے لیے تو ہر گلی اور محلے میں دو چار محتسبوں کی ضرورت ہوگی۔درحقیقت ایسی چیزیں محتسبوں کے روکنے سے نہیں رُکتیں۔اس کے لیے تو شعوراور آگاہی پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس میں سارا معاشرہ اور میڈیا حصہ لیتا ہے۔
پندرھواں نکتہ یہ کہ محتسب حضرات پبلک مقامات پرلوگوں کو ناشائستہ رویہ اختیار کرنے سے روکیں گے ۔بہت سے ناشائستہ رویے ہماری رگوں میں سرایت کرگئے ہیں لیکن ان کوروکنا محتسب کے بس میں نہیں بلکہ ان سے نمٹنے کے لیے پوری سوسائٹی کو اٹھنا ہوگا مثلاً ٹریفک قوانین کی پابندی کوئی نہیں کرتا اور میلوں ٹھیلوں کے موقع پرسڑک سے گزرنا جان جوکھوں کا کام

ہوتا ہے۔شریعت بل کے پاس ہونے کی خوشی میں بڑا جلوس نکالا گیا جس کی قیادت خود وزیراعلیٰ سرحد نے کی۔ جی ٹی روڈ کو جلسہ گاہ کے طور پر استعمال کیا گیا جس سے شہر بھر کے لوگوں کو تکلیف اور کوفت کا سامنا کرنا پڑا اب کس محتسب میں اتنا دم ہے کہ ایسے جلسے اور جلوسوں کو روک سکے جس کی قیادت وزیراعلیٰ کررہا ہو بلکہ شاید یوں ہوگا کہ اگر حسبہ بل پاس ہو جائے اور ان سینکڑوں محتسبین کا تقرر ہو جائے تو ہر محتسب کے ہاں باقاعدہ جشن ہوگا۔لوگ مبارکباد دینے آئیں گے حلف برداری کے بعد پشاور سے پہلی دفعہ اپنے علاقے میں آتے ہوئے ان سب کا فقیدالمثال استقبال ہوگا وغیرہ وغیرہ، ایسے ناشائستہ رویوں کو روکنے کے لیے کسی محتسب کی ضرورت نہیں۔ایسے رویوں کو بدلنے کے لیے تو زندہ مثال بننے کی ضرورت ہوتی ہے۔

سولہواں نکتہ یہ ہے کہ محتسب آوارہ گردی کی روک تھام کریں گے۔نہ جانے آوارہ گردی کیا ہوتی ہے اور اس کی تشریح کون کرے گا اور کون کون سا ''آوارہ گرد'' محتسب کے ہتھے چڑھے گا۔آج کل آوارہ گردی سے تو پولیس ''خوب خوب'' نمٹ رہی ہے۔اب اس ضمن میں مزید قوانین کا مطلب یہ ہوگا کہ لوگ سیر و سیاحت کے لیے نکلتے ہوئے ڈریں گے کہ نہ جانے کب ان کو آوارہ گردی کے الزام میں کوئی محتسب دو چار دن کے لیے اندر کردے اس نکتے کو بنیاد بنا کر عورتوں اور اقلیتوں کے خلاف کئی طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اگلا نکتہ یہ ہے کہ پیشہ ور تعویز فروشی، گنڈے، دست شناسی اور جادوگری کا سدّ باب کیا جائے گا اس کے لیے پہلے ضروری ہے کہ اس کے خلاف پہلے اسمبلی قانون سازی کرے بغیر کسی قانون کے کسی کو کیسے پکڑا جاسکتا ہے۔اگر قانون بن جائے اور حکومت اس پر عمل درآمد میں مخلص ہو تو ان سے نمٹنے کے لیے پولیس ہی کافی ہوگی۔

اٹھارہواں نکتہ یہ ہے کہ محتسب حضرات اقلیتوں کے حقوق اور ان کے مذہبی مقامات کے تقدس کا تحفظ کریں گے۔اس بل کو تصنیف کرنے والوں کے علم میں شاید یہ بات نہیں ہے کہ اس ضمن

میں پہلے ہی قانون موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قانون پر عمل درآمد بہتر طریقے سے کرایا جائے۔ چنانچہ یہ نکتہ غیر ضروری ہے۔

انیسواں نکتہ یہ ہے کہ محتسب حضرات غیرت کے نام پہ قتل ''سورہ'' نامی رسم اور میراث میں خواتین کو محروم رکھنے کا سد باب کریں گے یہ بات بہت اچھی اور مثبت ہے لیکن ضروری امر یہ ہے کہ پہلے اس کے متعلق مرکز اور صوبہ میں قانون سازی کی جائے۔ کیونکہ ان تمام معاملات پر عمل درآمد کی ذمہ داری اصلاً عدلیہ کی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں قانون سازی کا عمل تشویشناک حد تک سست روی کا شکار ہے۔

بیسواں نکتہ یہ ہے کہ محتسب حضرات ناپ تول کی نگرانی اور ملاوٹ کا تدارک کریں گے۔ اس کے متعلق تو پہلے ہی تعزیرات پاکستان میں قانون موجود ہے جس پر وقتاً فوقتاً عمل درآمد بھی ہوتا رہتا ہے۔ ویسے مشاہدہ کیا گیا ہے جو لوگ دو نمبر چیزیں مثلاً سگریٹ، گھی، صابن یا مقامی کولڈ ڈرنک خریدتے ہیں وہ جانتے بوجھتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی حد سے بڑھی ہوئی غربت انھیں مہنگی اشیاء خریدنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اکیسواں نکتہ یہ کہ محتسب مصنوعی گرانی کا سد باب کریں گے۔ اس کے لیے بھی پہلے سے قوانین موجود ہیں۔ ضرورت ان پر صحیح عمل درآمد کی ہے۔ ویسے بھی یہ کام محتسب کے بس کا نہیں کیونکہ اس کا تعلق مارکیٹ میکانزم سے ہے سپلائی اور ڈیمانڈ میں عدم توازن ہوگا تو قیمتیں لازماً بڑھیں گی۔ محتسب کی مداخلت سے صرف یہ ہوگا کہ وہ چیز نایاب ہو جائے گی اور صارف اسے بلیک میں خریدنے پر مجبور ہوں گے۔

محتسب کا بائیسواں کام یہ ہوگا کہ وہ سرکاری املاک کی حفاظت کی نگرانی کریں گے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس بل کے مصنفین کو کیسے کیسے نرالے نکتے سُوجھے ہیں۔ سرکاری املاک کی حفاظت کا باقاعدہ پورا طریقہ کار اور قانون موجود ہے سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا ایک فوجداری جرم ہے جس پر باقاعدہ مقدمہ چلتا ہے۔ چنانچہ ہم تو یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ محتسب یہ نگرانی کیسے

اور کیونکر کر سکے گا۔ کیا تمام چوکیدار اس کے آگے جوابدہ ہوں گے یا تمام محکمے اور ان کے تمام افراد محتسب کے سامنے ہمہ وقت جوابدہ ہوں گے۔ اس قبیل کے جتنے قوانین موجود ہیں وہ سب فوجداری جرائم ہیں۔ ان میں بھلا محتسب کس حیثیت سے اور کس مرحلے پر مداخلت کرے گا؟

محتسب کا تئیسواں کام یہ ہوگا کہ وہ سرکاری محکمہ جات میں رشوت ستانی کا تدارک کرے گا مصیبت یہ ہے کہ اس بل میں ایک ہی بات بار بار دہرائی گئی ہے حالانکہ کسی بھی قانونی بل میں یہ بات غلط تصور کی جاتی ہے اب جس بات کو تیسویں نکتے کی شکل میں بیان کیا گیا ہے اسی بات کو دفعہ نو میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے معلوم نہیں اس کی بھلا یہاں تکرار کی کیا ضرورت تھی۔ یہی حال باقی نکتوں کا ہے مثلاً مساجد کا نکتہ بلاضرورت چار دفعہ دہرایا گیا ہے۔ چوبیسواں نکتہ یہ ہے کہ محتسب سرکاری اہل کاروں میں عوام کی خدمت کا جذبہ پیدا کرے گا۔ اگر کوئی محتسب ایسا کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے تو ہمارے ملک کے نصف سے زائد مسائل راتوں رات حل ہوسکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا محتسب کے پاس الہٰ دین کا کوئی چراغ ہوگا؟ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کیا کرے گا؟ کیا وہ وعظ و نصیحت سے کام لے گا؟ ان پر اپنے نمائندے بٹھائے گا اور یا ان پر اپنے جاسوس مقرر کرے گا؟ بظاہر تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ نکتہ محض بھرتی کے لیے یہاں درج کیا گیا ہے۔

محتسب حضرات کا پچیسواں کام یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ والدین کی نافرمانی پر بچوں کا مواخذہ کریں گے۔ اول تو صوبائی حکومت اس کا ضابطہ اخلاق بیان کرنے سے قاصر ہے۔ پھر یہ خدشہ بھی ہے کہ اس نکتے کے تحت عورتوں بالخصوص نوجوان لڑکیوں کو ناروا پابندیوں کا شکار بنا دیا جائے گا اور ان کے بنیادی حقوق کو مواخذے کی ذد میں لیا جائے گا۔ بالفرض اگر صوبائی حکومت اس ضمن میں مخلص بھی ہے یہ تو کام منتخب بلدیاتی افراد کہیں بہتر طور پر سر انجام دے سکتے ہیں۔ ویسے بھی اس کام کے لیے سماجی تبدیلی کی ضرورت ہے نہ کہ کسی محتسب کی۔ چھبیسویں نکتے کے

طور پر لکھا گیا ہے کہ اگر کچھ دوسرے امور بھی محتسب اپنے دائرہ اختیار میں لانا چاہے تو مشاورتی کونسل کے مشورے سے ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ نکتہ توجہ طلب اور نہایت متنازعہ ہے اس نکتے کی ڈرافٹنگ بالکل غلط ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے تو محتسب کے ہاتھ میں لامتناہی اختیار آجائیں گے اور وہ ہر چیز کو اپنے دائرہ اختیار میں لا سکے گا۔ اصل میں اس دفعہ کو تو کچھ یوں ہونا چاہے تھا کہ اگر کچھ دوسرے امور صوبائی اسمبلی محتسب کے دائرہ اختیار میں دینا چاہے تو دے سکتی ہے۔ یہ بڑی ہی بدقسمتی کی بات ہے کہ اس بل کے اردو اور انگریزی مسودے ہر طرح کی غلطیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ معلوم نہیں اس کی ڈرافٹنگ کس کس سطح پر ہوئی ہے یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ جس بات کو چھبیسویں نکتے کے طور پر درج کیا گیا ہے عام طور پر قانونی مسودوں میں یہ آخری دفعہ ہوتی ہے۔ لیکن شاید اس مسودے کے منتظمین کو یاد آ گیا ہو کہ کچھ نکات تو ابھی باقی ہیں، چنانچہ دو غیر متعلقہ باتوں کو ایک نکتے میں سمو کر بطور ستائیسویں نکتے کے درج کر دیا گیا ہے۔ اس میں پہلی بات یہ کی گئی ہے کہ غیر متنازعہ مالی امور میں محتسب حضرات متاثرہ فریق کی مناسب دادرسی کریں گے۔ جہاں غیر متنازعہ مالی معاملہ ہو وہاں عموماً محلے یا گاوں کا جرگہ یہ کام کرتا ہے ورنہ بصورت دیگر یہ کام بلدیاتی ادارہ بھی کر سکتا ہے۔ اگر ایسا ہر معاملہ محتسب کے پاس آنے لگا تو محتسب کا دفتر بھی ایک عدالت اور کچہری بن جائے گا۔

اسی دفعہ کی شق ب یہ ہے کہ قتل، اقدام قتل اور اس طرح کے دوسرے مقدمات میں محتسب متعلقہ فریقوں کے درمیان صلح کرا دے گا یہ شق زمینی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ ایسے معملات میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ اس علاقے کے چند غیر جانبدار بزرگ مل کر جرگہ بناتے ہیں اور بہت ساری میٹینگز کے بعد معاملہ سلجھا لیتے ہیں اگر محتسب ایسے ہر معاملے میں دخل دینے لگے تو جو مسلہ اولین اٹھتا ہے وہ یہ کہ عین ممکن ہے کہ سرکاری مصالحتی کمیٹی کے کسی فرد کی متعلقہ فریق سے ذاتی دلچسپی ہو۔ ممکن ہے دوسرے لوگ یہ کام ان سے بہتر کر سکتے ہوں۔ چنانچہ ایسے موقعوں پر آخر متعلقہ

فریقوں سے اپنے جرگے کے ارکان خود منتخب کرنے کا حق کیوں چھین لیا جائے۔ اور کیوں ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ لازماً سرکاری مصالحتی کمیٹی سے رجوع کریں۔

اس بل میں نہ جانے کیوں بار بار اس بات کی تکرار کی گئی ہے کہ محتسب اسلامی واخلاقی آداب کی نگرانی کرے گا۔ اس سے ایک عام آدمی بالخصوص معتدل طبقوں کے ذہن میں شکوک وشبہات ابھرنا ایک قدرتی امر ہے۔ قانونی مسودے وعظ ونصیحت کا پلندہ نہیں ہوتے جہاں کسی بات کو بار بار دہرانا اس کے ذور پہ اضافہ کرتا ہو بلکہ اس میں تو ایک بات ایک ہی دفعہ پوری صراحت کے ساتھ بیان کردی جاتی ہے۔ اس بل میں یہ بات بھی درج کی گئی ہے کہ محتسب اس عمل کی نگرانی کرے گا کہ صوبائی حکومت کے زیر کنٹرول ذرائع ابلاغ اسلامی اقدار کی ترویج کریں گے۔ یہ کام محتسب کا نہیں بلکہ وزارتِ اطلاعات کا کام ہے۔ کیا اس شق کے ذریعے پوری وزارتِ اطلاعات جنابِ محتسب کی ماتحتی میں دیے جانے کی تیاری تو نہیں کی جارہی؟ اسی دفعہ کے تحت ایک اور شق یہ ہے کہ محتسب حکومت کے تمام اداروں اور حکام کو خلاف شریعت کام کرنے سے روکے گا اور اچھی حکمرانی کی ترغیب دے گا۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس بل کو تصنیف کرنے والے نہ جانے کس دنیا میں رہتے ہیں۔ ہر حکومتی ڈیپارٹمنٹ کے باقاعدہ اپنے رولز آف بزنس ہوتے ہیں۔ یہ تمام رولز آف بزنس بالکل منصفانہ اور مطابق اسلام ہیں۔ انگریزوں کے زمانے میں تو ان پر عمل کیا جاتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان پر عمل میں کمی آتی جارہی ہے۔ سفارشی کلچر میں موجودہ حکومت سب سے بازی لے گئی ہے۔ اگر ہمارے حکمران سفارشی خطوط بند کردیں اور ہر کام رولز آف بزنس کے مطابق چلانے کی ہدایت کردیں تو کسی محتسب کی ضرورت ہی نہیں رہے گی اور اگر یہی کلچر رہا اور محتسب کا ادارہ بھی بن گیا تو سفارشی خطوط کے ساتھ ایک مزید سفارشی خط کا اضافہ ہوجائے گا۔ اگلی شق یہ ہے کہ محتسب صوبائی انتظامیہ کے کام کو آسان اور موثر بنانے کے لئے اصول اور ہدایات وضع کریں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

اگر محتسب کو یہ تمام کام کرنے ہیں تو پھر صوبائی اسمبلی کا کیا مصرف رہ جاتا ہے۔ اس دفعہ کی آخری شِق یہ ہے کہ محتسب صوبائی انتظامیہ کے کام کو آسان اور موثر بنانے میں تعاون کرے گا۔ جتنے اختیارات محتسب کو دیئے گئے ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا مناسب ہوگا کہ تمام محکمے محتسب کے کام کو آسان بنانے کی خاطر ان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ لیکن اگر صوبائی انتظامیہ سے مراد صوبائی حکومت ہے تو پھر اس شِق میں بے انصافی کے جراثیم پائے جاتے ہیں اس لیے کہ کئی امور ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن میں صوبائی انتظامیہ کے کام کو آسان و موثر بنانا عوامی انصاف کے خلاف ہو۔

محتسب کے اختیارات جاننے کے بعد عوام اس بل کا تجزیہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ جو تصویر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ محتسب ایسے فرد کا نام ہے جسے بیک وقت ایک معاملہ اٹھانے اور اس کی تفتیش کرنے اور اس میں سزا دینے کا اختیار ہوگا۔ گویا اس کی ذات میں بیک وقت تمام انتظامی، تفتیشی اور عدالتی اختیارات مرتکز ہوں گے۔ پاکستان کی قانونی تاریخ میں کسی عہدیدار کے پاس اتنے اختیارات کا ارتکاز نہیں ہوا، پچھلے ڈپٹی کمشنر کے سارے اختیارات کے ساتھ اسے سول جج اور سیشن جج کے کچھ اختیارات بھی دے دیے جائیں اور پھر اسے ایک سیاسی و مذہبی مقام بھی عطا کر دیا جائے تو اس سے طاقت کا ایک ایسا مرکز وجود میں آئیگا جس کے متعلق انگریزی کی یہ ضرب المثل بالکل صادق آئے گی کہ Power Corrupts and Absolute Power Corrupts Absolutely.

یعنی طاقت بدعنوانی پیدا کرتی ہے اور مطلق طاقت، مطلق بدعنوانی کو جنم دیتی ہے۔ طاقت کے اسی مرکز کو محتسب کہا جائے گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جب اصلاً ایک سیاسی انسان کے پاس اختیارات کا لامتناہی سمندر آئے گا تو وہ اپنے اختیارات کو کس کس طریقے سے اور اپنی پارٹی کے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ وہ اپنی پوسٹ کے لیے وزیر اعلیٰ کے اشارہ ابرو کا محتاج ہے

اور وزیر اعلیٰ کو اپنی طاقت اور ڈنڈا منوانے کے لیے محتسب کی ضرورت ہے دوسری طرف سرکاری ملازمین اپنے آپ کو محتسب کی دست بُرد سے بچانے کے لیے اس کی ہر فرمائش ماننے کو تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرح طاقت کا جو تکون بنے گا، کیا اس میں کسی اور کی گنجائش ہے؟ کیا یہ ایک Totalitarian Rule نہیں بن جائے گا؟ یہ بات واضح رہے کہ محتسبین مختلف انتخابات کے زمانے میں بھی اپنی کارکردگی جاری رکھیں گے۔ پاکستان کے سیاسی کلچر کو دیکھتے ہوئے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں کس قسم کے فیصلے معرضِ وجود میں آئیں گے اس بل کے تحت محتسب کے فیصلے کے خلاف اپیل نہیں کی جاسکے گی۔ محتسب کو سول کورٹ کے برابر اختیارات حاصل ہونگے۔ نیز قانونِ توہین عدالت کے تحت اسے ہائی کورٹ کے برابر اختیارات حاصل ہوگے۔ گویا محتسب جو حکم جاری فرمائے جو جرمانے لگائے اور جو سزا دے اس کے خلاف متاثرہ فریق کہیں بھی اپیل نہیں کرسکے گا۔

جہاں تک قانونِ توہینِ عدالت کا تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ قانون ہی سرے سے غیر اسلامی اور غیر منصفانہ ہے کیونکہ اس میں مدعی اور قاضی ایک ہی ہوتا ہے۔ توہین عدالت کے قانون کی صرف اتنی گنجائش موجود ہے کہ ایک غیر جانبدار پارٹی ایسی ہو جو کہ اس امر کا فیصلہ کرے کہ توہین عدالت ہوئی ہے یا نہیں کیا محتسب کے اس ادارے کے قیام سے عدلیہ پر بوجھ کم ہو جائے گا؟ اس بل کے مصنفین اس کا جواب ہاں میں دیتے ہیں بلکہ ان کے خیال میں اس بل کا سب سے بڑا فائدہ ہی یہ ہے لیکن افسوس کہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدالت میں زیرِ سماعت مقدمات کی ایک بڑی اکثریت کا محتسب سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔ فی الوقت مختلف عدالتوں میں زیرِ سماعت مقدمات کا تعلق قتل، اقدامِ قتل، چوری، بدکاری، تنازعات زمین اور نکاح وطلاق سے ہے یہ سارے معملات محتسب کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس لیے یہ ممکن نہیں کہ محتسب کے ادارے کے قیام سے عدالتوں پر کوئی بوجھ کم ہو جائے بلکہ اس بل کی ایک

شق کی وجہ سے بوجھ کچھ مزید بڑھ جائے گا وہ یہ کہ اس بل کی دفعہ گیارہ شق 3 کے تحت محتسب مختلف کیسوں کو دوسری عدالتوں کے سامنے بھی پیش کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔

یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ یہ بل وفاقی محتسب اور اس کے تحت بعض صوبوں میں بنائے گئے صوبائی محتسب کے عین مطابق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اس میں کچھ اسلامی شقوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے وفاقی محتسب کا اصل دائرہ کار یہ ہے کہ اگر کوئی فرد کسی وفاقی ادارے کے فیصلے سے متاثر ہوا ہو یا اس کے جائز کام میں تاخیر ہو رہی ہو حق تلفی ہو رہی ہو تو وہ وفاقی محتسب کے پاس شکایت کرتا ہے اور وہ مناسب تحقیقات کے بعد متاثرہ فرد کی دادرسی کرتا ہے۔ اس کے برعکس حسبہ بل تو باقاعدہ ایک بڑی عدالت ہے جسے سزا اور جزاء کے اختیارات حاصل ہیں جو بلدیاتی اداروں اور تمام سرکاری محکموں میں مداخلت کر سکتی ہے گویا عملی طور پر وہ ایک متوازی عدالت ہی نہیں بلکہ کچھ عنوانات کو چھوڑ کر ایک بڑی عدالت کا روپ دھار لیتی ہے لیکن صرف یہ ہی نہیں یہ ایک متوازی عدالت سے بھی بڑی باڈی ہے کیونکہ اسے خود اپنی صوابدید پر ایک شکایت درج کرنے نہ صرف تحقیقات کرنے بلکہ خفیہ تحقیقات کرنے اور پھر سزا دینے کے اختیارات بھی حاصل ہیں ظاہر ہے یہ اختیارات جہاں بھی اکھٹے ہوں گے وہاں تعصب اور جانبداری کے امکانات زیادہ ہوں گے اور جب عدالبت خود ایک جانبدار سیاسی فرد اور ایک خاص فہم اسلام رکھنے والے عالم دین پر مشتمل ہوگی تو پھر کیا ہوگا اس کے تصور کے لیے عقل سلیم ہی کافی ہے۔ اس بل کی ایک بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں ہر معاملے میں رولز فریم کرنے حتیٰ کہ مختلف امور کو اپنے دائرے میں لینے کا اختیار بھی جناب محتسب کو دیا گیا ہے حالانکہ یہ ایک بنیادی اور مسلمہ اصول ہے کہ کسی ادارے کے لیے کام کرنے کے ضوابط ہمیشہ دوسرا ادارہ بناتا ہے تاکہ متعلقہ ادارہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کر بیٹھے لیکن حیرت ہے کہ یہاں ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ ادارہ ہمیشہ ایسے قوانین بنائے گا جو اس کے مفاد میں ہوں خواہ وہ انصاف کا تقاضہ ہو یا نہ ہو۔ اس طرح یہ ادارہ

دراصل صوبائی حکومت کے اختیارات بھی استعمال کرے گا۔واضح رہے کہ اس ادارے کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ اگر کوئی معاملہ اس بل کے ذریعے محتسب کو نہیں سونپا گیا اور محتسب سمجھتا ہے کہ اس معاملے کو بھی اس کے دائرہ اختیار میں آنا چاہیے تو اسے اپنی صوابدید پر یہ اختیار بھی حاصل ہے۔اس پر مزید یہ کہ محتسب کے ایسے کسی اقدام کے راستے میں کوئی اور ادارہ رکاوٹ نہیں بن سکتا۔محتسب کے کسی فیصلے یا اقدام کے خلاف کوئی بھی دوسری عدالت کوئی کاروائی نہیں کر سکتی حتیٰ کہ حکم امتناعی بھی جاری نہیں کر سکتی۔گویا یہ ایک خاص مفہوم میں ہر ادارے سے بالا تر ہو جائے گا حتیٰ کہ صوبائی اسمبلی سے بھی ۔کیا اس طرح حسبہ بل کے ذریعے طالبانائزیشن کا راستہ ہموار نہیں ہو جائے گا؟اگر صوبائی ضلعی اور تحصیل محتسب کا فہم اسلام وہی ہو جو طالبان کا تھا تو یقیناً وہ اس کے لیے راستہ ہموار کرے گا تاہم اتنا تو سبھی جانتے ہیں کہ طالبان انہی کے شاگرد تھے۔

درج بالا بحث سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حسبہ بل ہمارے صوبے کے لیے نہ صرف غیر ضروری بلکہ ازحد نقصان دہ ہے۔اس سے مسائل تو کیا ہی حل ہوں گے لیکن بڑی پیچیدگیاں جنم لیں گی۔اس لیے صوبائی حکومت کو اپنے اس ارادے سے باز آنا چاہیے۔

خدشات: جہاں صوبائی حکومت اور اس کے حامی اور دیگر قدامت پسند حلقے حسبہ بل کی خوبیاں گنواتے نہیں تھکتے وہیں معتدل اور ترقی پسند طبقوں کے ذہنوں میں لاتعداد خدشات پائے جاتے ہیں۔حسبہ بل کے پیش کیے جانے کے بعد سول سوسائٹی کے جانب سے اس بل سے متعلق جو منفی پہلو اور خدشات بیان کیے جا رہے ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔

1۔حسبہ بل کے قوانین آئین،شریعت اور خود سے متصادم ہیں۔

2۔متوازی عدالتی نظام قائم کیا جا رہا ہے۔

3۔ مولویوں کے لئے نوکریوں اور مراعات کا راستہ کھولا جا رہا ہے۔

4۔ اقلیتوں اور آزادیٔ نسواں کے خلاف ایک سازش ہے۔

5۔ قتل، چوری، ڈاکہ کسی کی جائیداد پر قبضہ جیسے بنیادی جرائم سے اس قانون کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

6۔ محتسب آئین یا خدا کی تابعداری کے بجائے وزیرِاعلیٰ کی تابعداری کا حلف اٹھائے گا۔

7۔ اس میں محتسب کے صوابدیدی اختیارات بہت زیادہ ہیں۔

8۔ یہ طالبان کا ایک ماڈل ہے۔

9۔ یہ انفرادی آزادی غصب کرنے کا پروگرام ہے۔

10۔ ان قوانین سے معاشرے میں افراتفری پیدا ہوگی۔

11۔ مولوی اپنے مخالفین کے گھروں اور دفتروں میں بلا روک ٹوک داخل ہو کر مختلف ریکارڈ اور سامان قبضہ میں کر کے لے جائیں گے۔

12۔ مرکزی اور صوبائی محتسب پہلے سے موجود ہیں اس طرح نئے محتسب مقرر کر کے خزانے پر بھاری بوجھ ڈالا جائے گا۔

13۔ ریاست کے تین ستونوں، عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کے اختیارات ایک فرد کے ہاتھ میں دیے جا رہے ہیں۔

14۔ محتسب کے پاس تفتیش اور سزا دینے کے اختیارات ہوں گے۔

15۔ حسبہ بل میں قانونی انکروچمنٹ کی گئی ہے۔

16۔ اصل مسائل بے روزگاری، مہنگائی، صاف پانی کی عدم دستیابی، توانائی کی کمی اور غیر شفافیت سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کا منصوبہ ہے۔

☆ حسبہ بل نواز شریف کی خدمت کمیٹیوں کا دوسرا نام ہے۔

☆ متحدہ مجلس عمل والوں کا اپنے لوگوں کو نوازنے کا منصوبہ ہے۔

☆ ایم۔ پی۔ اے حسبہ کمیٹی کا ایک ممبر ہوگا۔ اس سے ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے ساتھی کے خلاف اور مخالف کے حق میں بات کرے گا۔

☆ متحدہ مجلس عمل کے نزدیک معزز وہی ہوگا جس نے ان کو ووٹ دیا ہو۔

☆ جرائم پیشہ افراد جن کا تھانے اور معززین پر اثر ہوگا۔ اس قانون کو اپنے مفاد میں استعمال کریں گے۔

☆ اس عمل میں بیورو کریسی اہم کردار ادا کرے گی۔

☆ اصل چیز اپنا احتساب کرنا ہے نہ کہ دوسروں کا۔

☆ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس میں ان تمام امور کا ذکر موجود ہے۔ جس کے لیے حسبہ کا قانون بنایا جارہا ہے۔ یہ یونین کونسل کے ناظم کے اختیارات ہیں۔ اب جبکہ متحدہ مجلس عمل نے سترہویں ترمیم پر دستخط کر دیے ہیں تو دوسرے قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ واضح تبدیلی صرف مرکزی حکومت لا سکتی ہے صوبائی حکومت کے پاس قانون سازی کے اختیارات نہیں۔

☆ اگر ہم اسلامی نظام ایسے لوگوں کے حوالے کر دیں گے جو نا اہل ہوں گے تو اس سے اسلام کی بدنامی ہوگی

☆ مجوزہ قانون قبل عمل نہیں۔

☆ قوانین پہلے سے موجود ہیں۔ مسئلہ قانون سازی نہیں۔ قوانین پر عمل درآمد کا ہے۔

☆ بلدیاتی آرڈیننس سیکشن ۱۳۴ میں ضلع محتسب کے انتخابات کا طریقہ کا موجود ہے اس پر عمل درآمد کیا جائے۔

☆ جن اُمور کا ذکر حسبہ بل میں کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں قوانین PPC میں پہلے سے موجود ہیں۔

☆ حسبہ فورس کے لیے پولیس سے بھرتی کی جائے گی۔ ان سے تو لوگ پہلے سے کافی تنگ ہیں۔

☆ یہ ضلعی اور تحصیل حکومتوں کے متوازی حکومت بنانے کی سازش ہے۔

☆ وزیر اعلیٰ اور بیشتر وزیر ایک گھر کے لیے لڑ رہے ہیں وہ دوسروں کو کیا انصاف دیں گے۔

☆ ملاکنڈ سے شریعت کے علمبردار اسی حکومت کی جیلوں میں بند ہیں۔

☆ اسلام اور پاکستان کا نام ہمیشہ عوام کے استحصال کے لیے استعمال ہوا ہے۔

☆ محتسب کے فیصلے کے خلاف اپیل کا بنیادی حق غصب کیا گیا ہے۔

☆ یہ ذرائع ابلاغ پر سنسر شپ کا قانون ہے۔

☆ مجسٹریسی نظام کا احیاء ہے۔

☆ عوام کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ مولویوں کی طرح زندگی گزاریں۔

☆ اس میں حکومت کو احتساب سے بالاتر کر دیا گیا ہے۔

☆ محتسب حکومت کی وفاداری کا حلف اٹھانے کے بعد انصاف نہیں دے سکے گا۔

☆ احتساب کمیٹیوں میں عورتوں کا کوئی کردار اور شرکت نہیں ہے۔

☆ مراعات زیادہ اور عمل کم ہے۔

☆ حسبہ مولویوں کا مارشل لاء ہے۔

☆ یہ جانبداری کو فروغ دے گا

☆ یہ ارتکاز اختیارات کو فروغ دیگا۔

☆ صوبائی اسمبلی محتسب کے ماتحت ہوگی۔

☆ اسلام میں توہینِ قاضی کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں لیکن حسبہ میں اس کو عدالت عالیہ کے جج کے اختیارات دیے گئے ہیں۔

☆ محتسب کو ہر معاملے میں مداخلت کا حق حاصل ہوگا۔

☆ عالم دین کی کوئی تعریف موجود نہیں۔

☆ محتسب کی کوالیفیکشن کا ذکر موجود نہیں۔

☆ سیاسی مخالفین کو دبانے کا قانون ہے۔

☆ القاعدہ اور طالبان کو صوبہ سرحد میں پناہ دینے کا قانون ہے۔

☆ خواتین کے شرعی حقوق ہمیشہ متنازعہ رہے ہیں اس میں بھی مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

☆ محتسب کے ادارے پر کوئی چیک نہیں ہوگی۔

☆ یہ پختونوں کو تباہی کی طرف لے جانے کی سازش ہے۔

☆ NGOs پر قدغن لگانے کی سازش ہے۔

☆ صوبہ سرحد کو نو گو زون میں تبدیل کرنے کی تیاری ہے۔

☆ دوسروں کا احتساب کرنے والے اپنے احتساب کی فکر کریں۔

☆ حسبہ بل حقوق سے بے خبر خواتین کے استحصال کا سبب بنے گا۔

☆ حسبہ بل بنیادی انسانی حقوق سے متصادم ہے۔

مآخذ

☆ حسبہ بل، خدشات و توقعات جائنٹ ایکشن کمیٹی صوبہ سرحد۔

☆ حسبہ بل کیا ہے۔ڈاکٹر محمد فاروق خان

☆ ڈیلی سٹیٹ مین، ڈیلی دی نیوز، ڈیلی خیبر میل، روزنامہ الاخبار، روزنامہ اوصاف، روزنامہ صبح، روزنامہ پاکستان، روزنامہ مشرق، ڈیلی دی نیشن، ڈیلی ایکسپریس، ڈیلی صبح، روزنامہ جہاد، روزنامہ وحدت۔

میں نئے دور کا نوجواں ہوں
میں اپنے حقوق و فرائض کو پہچانتا ہوں

یہ تسلیم کروانا بھی جانتا ہوں
میری زندگی پہ فقط میرا حق ہے

بشریٰ فرخ

Financial Assistance

X minus Y - Solidarity Fund
www.xminy.nl - info@xminy.nl